قیافہ، فراست اور تصرف و قبضہ میں قرائن کی حجیت

تحریر: ڈاکٹر محمد شعیب، شاہ عنایت قادری اکیڈمی،
نوری سٹریٹ نمبر 1-A، امیر روڈ، بلال گنج، لاہور

قیافہ: لغوی مفہوم: لغت میں آثار کی معرفت کو قیافہ کہتے ہیں(۱)

المنجد میں ہے نشانات سے پتہ لگانا، سراغ لگانا(۲)

الصحاح میں بیان کیا گیا ہے قائف وہ شخص ہوتا ہے جو آثار کو جانتا ہے۔ قفت اثرہ تو نے اس کے نشان کو جان لیا جب تو نے اسکی پیروی کی تو نشان کے پیچھے پیچھے چلا۔(۳)

ابن الاثیر، النہایہ فی غریب الحدیث میں بیان کرتے ہیں:

"القائف الذی یتتبع الآثار ویعرفھاویعرف شبه الرجل باخیه وابیه ویقال ھوقائف وھو اقوف الناس والقیافه المصدر"(۴)

فقہی، شرعی، اصطلاحی مفہوم: التعریفات میں بیان کیا گیا ہے بچے کا اس کے باپ اور اس کے درمیان مشابہت کی بناء پر الحاق کو کہتے ہیں۔ قائف وہ شخص ہوتا ہے جو کسی بچے کے اعضاء کی طرف دیکھ کر اپنی فراست سے اس کا نسب بتادے۔(۵)

قیافہ اشتباہ کے موقع پر فراست اور نظر سے نسب کی معرفت کو کہتے ہیں اور اس چیز کے ساتھ جو اس علم میں سے اللہ نے اس کیلئے خاص کر دی ہو انساب کا اہل انساب کی طرف الحاق کرنا قیافہ کہلاتا ہے۔

مشروعیت: اکثر فقہاء کرام قیافہ شناسی کی مشروعیت کے بارے میں متفق ہیں۔ قیافہ شناسی کا نسب شناسی کیلئے استعمال مشروع ہے ثبوت نسب میں اور قائف کے علم کے مطابق ظاہرہ علامات اور نشانات کی بناء پر نسب جوڑنا جائز ہے۔ یہ حضرت عمرؓ، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت انسؓ، حضرت کعب بن سورؓ، عطاء، الزہری، ابن حزم، ایاسؒ، لیث، ابی ثورؒ، اسحاق اور مذاہب اربعہ سے ثابت ہے۔ حنفی فقہاء کرام شبہ اور ظاہر میں قرائن پر اعتبار کرتے ہیں۔ نسب میں بچے کو خاوند کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جب اس نے اپنی بیوی سے

نکاح کیا ہو یہی مشرق و مغرب میں ہے۔بغیر ایک لحظہ کے پورے حزم ویقین کے ساتھ قیافہ شناسی باب اجتہاد میں سے ایک علم ہے تو اس میں تلف ہونے والی چیزوں' عورتوں کے نقصانات' پھلوں کے پکنے' قبلے کی جہت کا تعین اور شکار کے بدلے میں اس کی مثل پر تقویم کی مانند انحصار کیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں قیافہ' نبی اکرم ﷺ سے بطور نص ثابت ہے۔ صحیح بخاری و سنن ابو داؤد میں روایت کیا گیا ہے :

"عن عائشه ؓ قالت دخل علی رسول الله ﷺ ذات یوم وهومسرور فقال یاعائشه الم تری ان مجزرالمدلجی دخل فرای اسامةوزید وعلیهما قطیفة قدعطیارؤسهماوبدت اقدامهمافقال ان هذه الاقدام بعضهامن البعض"(۶)

نسب کے ثبوت میں قیافہ شناسی نبی کریم ﷺ' خلفائے راشدین' صحابہ کرام ؓ' تابعین' تبع تابعین' سلف صالحین' فقہاء کرام سب سے ثابت ہے۔امام شافعیؒ کے بقول اگر قیافہ کے بارے میں ماسوائے اس حدیث کے کچھ بھی نہ ہوتا تو میں قناعت کرتا کہ اس میں دلیل ہے کہ یہ علم ہے اور اگر یہ علم نہ ہوتا تو ضرور اس کو کہا جاتا کہ تو ایسے بات نہ کہہ کیونکہ اگر تو کسی چیز میں صحیح ہو تو اس کے علاوہ میں تو خطا پر ہونے میں محفوظ نہیں۔یہ بھی کہا کہ اگر اس کا قول معتبر نہ ہوتا تو اسے لاپرواہی سے روکا جاتا اور نبی کریم ﷺ خطا پر نہ ٹھہرتے اور سوائے حق کے کسی بات پر خوشی کا اظہار نہ کرتے۔(۷)

نبی کریم ﷺ نے باطل کو برقرار نہیں رکھا چاہے وہ خیر یا حق کی طرف وسیلہ ہی کیوں نہ ہو۔ شریعت کی نظر میں وسیلہ مقصود کو نیک نہیں بنا دیتا۔اسلام بتوں کے ساتھ جنگ کرنے والا ہے چاہے ان کے ذریعے فقراء و مساکین کو کھانا ہی ملتا ہو۔نبی کریم ﷺ نے کہانت کو حرام قرار دیا ہے اگر قیافہ شناسی جہالت سے منسوب کی جائے تو بہت سی عادات اور تقالید حسنہ جو جاہلیت کے زمانے میں تھیں اسلام نے انہیں برقرار رکھا اور ان کے برقرار رکھنے کے بعد اور اس کے مطابق شریعت آجانے کے بعد امور جاہلیت میں کچھ باقی نہ بچا بلکہ وہ روش شریعت میں سے ہو گئی۔ آپ ﷺ کے قول' فعل' تقریر میں سے۔السرقةالموجبةللقطع فی الفقه الاسلامی میں ہے :

"حکم رسول اللہ ﷺ وخلفا وہ من بعدہ بالقافہ وجعلھادلیلا من ادلۃ ثبوت النسب وھذایدل علی ایجاب الاخذبالقرینۃ"(۸)

الموسۃ الفقھیۃ میں قیافہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے :

"وفی الشرع الذی یتتبع الآثارویتعرف منھاالذین سلکوھاویعرف شبہ الرجل بابیہ واخیہ ویلحق انسب عندالاشتباہ' بماخصہ اللہ تعالی بہ من علم ذلک"(۹)

نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین نے قیافہ کے ذریعے قرائن پر اعتبار کیا ہے۔

فراست کا لغوی مفہوم : لغت میں فراست سے مراد دانائی اور فہم و شعور ہے(۱۰) المنجد میں ہے نظر کا جمنا' کسی چیز پر ظاہر نظر سے اس کے باطن کا حال معلوم کرنا' کسی کے اندر علامت سے خیر دیکھنا (۱۱) فراست اسم مؤنث ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں اس کے معنی سرعت فہم' ادراک' زیرکی' دانائی تیز فہمی' عقلمندی' سمجھ' قیافہ شناسی' کسی شخص کی صورت دیکھ کر سیرت معلوم کرلینا کے ہیں(۱۲)

اصطلاحی مفہوم : اصطلاح میں اس سے مراد مخفی امور پر ظاہری نشانیوں کے ذریعے استدلال کرنا ہے۔ علم فراست کا ماہر چند لمحات میں ظاہری علامات کے مشاہدہ پر باطنی کیفیات تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔ انسان چاہے اپنی گفتگو کی فصاحت وبلاغت اور زور بیان کے ذریعے جس انداز سے بھی اظہار مدعا کرے۔ اہل فراست اس کی حرکات و سکنات اور کیفیات کے ذریعے اصل حقائق جان لیتے ہیں۔ "امام علاؤالدین الطرابلسی' معین الحکام میں فرماتے ہیں : فراست کا حکم وہی ہے جو ظن و تخمین کا حکم ہے اور ظن کبھی صحیح ہوتا ہے۔ کبھی غلط۔ بعض قرآئن اور امارات عقل وفراست سے متعلق ہوتے ہیں۔ شریعت فراست کا اعتبار کرتی ہے۔(۱/ ۱۲)" علامہ آلوسی فرماتے ہیں : یہ استدلال انسان کی ہیئت' شکل' رنگ' بات چیت' اخلاق' خوبیوں اور خامیوں کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے لوگوں کے احوال واخلاق کی معرفت کو جانچنے پرکھنے کے فن کو فراست کہا جاتا ہے۔(۲/ ۱۲)

فراست کی اقسام : فراست کی دواقسام مندرجہ ذیل ہیں :

(i) انسان اپنے دل میں آنے والے خیال کی بناء پر اسے حاصل کرتا ہے جس کا سبب وہ نہیں

جانتا یہ الہام کی قسم ہے۔ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(ii) تعلیم کے ذریعے یہ فن حاصل کرتا ہے۔ یہ علم رنگوں اور اشکال کی معرفت اور طبعی افعال و اخلاق کے گہرے مشاہدہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اس طرح سمجھنے اور جاننے والا آسمان فراست پر چمکنے والا کامل ستارہ ہے۔ (۳ / ۱۲)

شریعت میں فراست کا حکم: شریعت میں فراست کو شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالی فراست کی مدح و صراحت یوں بیان کرتا ہے:

"ان فی ذلک لآیات للمتوسمین" (۱۳)

(بے شک عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں)

اللہ تعالی سورہ حجر میں حضرت لوطؑ کی نافرمان اور ضلالت و گمراہی میں ڈوبی امت پر عذاب الہی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس واقعہ میں غور و فکر کرنے والوں، فیصلہ کرنے والوں، مطیع و فرمانبردار بندوں، ماہر قیافہ شناسوں اور عبرت حاصل کرنے والوں کیلئے کھلی اور واضح نشانیاں موجود ہیں جو کوئی شریعت الہی کی پابندی کرے گا اس کیلئے دنیا و آخرت میں انعام اور بہترین اجر ہے اور جو کوئی اللہ کے نبی کی نافرمانی کرے گا اس کا انجام دنیا و آخرت میں رسوائی و ذلت اور تباہی و بربادی ہے۔ اللہ تعالی نے قوم لوط کے اعمال اور نبیؑ کی نافرمانی کی بناء پر انہیں ذلت ناک انجام سے دوچار کیا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ سورج نکلنے کے وقت دل ہلا دینے والی اور جگر پاش پاش کر دینے والی چنگھاڑ کی آواز آئی اور ساتھ ہی قوم لوطؑ کی بستیاں اوپر کی جانب اٹھیں جب آسمان کے قریب پہنچیں تو وہاں سے الٹ دی گئیں اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر ہو گیا۔ آسمان سے ان پر پکی مٹی کے کنکر آلود پتھر برسے۔

جو انسان بھی بصیرت و بصارت سے کام لے، دیکھے، سنے، سوچے، سمجھے اس کیلئے ان بستیوں کی بربادی میں بڑی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔ متقی و پاکباز لوگ ذرا ذرا سی چیزوں سے عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ غور سے ان واقعات کو دیکھتے ہیں وہ تامل اور غور و فکر کر کے تدبر کے ذریعے اپنی حالت سنوار لیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "مومن اللہ کے نور اور اللہ کی توفیق سے دیکھتا ہے" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "خدا کے بندے لوگوں کو ان کے نشانات سے پہچان لیتے ہیں"۔ (۱۴)

قوم لوطؑ کی اپنے اعمال اور نبیؑ کی نافرمانی کی بناء پر دردناک چیخ اور پتھروں کے ذریعے

ہلاکت میں غور وفکر کرنے والے، نتیجہ نکالنے والے، فیصلہ کرنے والے، عبرت حاصل کرنے والے دلائل وعلامات کے ذریعے حق کا استنباط کرتے ہیں۔ یہ علامات ایسے قرائن ہیں جن کا ادراک بغیر غور وفکر، معاملہ فہمی اور فراست کے ممکن نہیں۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں "متوسمین" یہ نشانیوں کے ذریعے استدلال کرنے والے ہیں۔(۱۵)

ارشاد خداوندی ہے :

"ولونشاء لارینکم فلعرفتهم بسیمهم ولتعرفنهم فی لحن القول"(۱۶)

(اگر ہم چاہتے توان سب کو تجھے دکھادیتے پس توانہیں ان کے چہروں سے ہی پہچان لیتا اور یقیناً توانہیں ان کی بات کے ڈھب سے ہی پہچان لے گا)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ منافقین کو ان کے چہروں سے ظاہر ہونے والی علامات کے ذریعے نبی اکرم ﷺ انہیں پہچان لیں گے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ پر اس آیت کے بعد کوئی امر مخفی نہیں رہ گیا تھا۔ آپ ﷺ منافقین کو ان کے چہروں سے پہچان لیتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ منافقین کو ان کی علامات کے ذریعے پہچان لیتے اور نشانیوں سے استنباط کرتے ہوئے ان کی منافقت کے سبب ان کے بارے میں حکم صادر فرماتے۔ یہ حقیقت تک رسائی میں مضبوط دلیل ہے۔

علامات، امارات، قرائن کے ذریعے فراست سے حکم لگانا نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ بات چیت کے انداز اور گفتگو کے ڈھنگ سے منافق اور جھوٹ بولنے والا پہچانا جاتا ہے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی پوشیدگی کو چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ ان کے چہروں پر اور اس کی زبان پر ظاہر کردیتا ہے۔ اہل فراست چہروں کے تاثرات، گفتگو کے انداز اور الفاظ کی ادائیگی سے نتیجہ اخذ کر کے سچائی تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے :

"تعرفهم بسیمهم"(۱۷)

صدقات کے مستحق صرف وہ غرباء ہیں جو راہ اللہ میں روک دیئے گئے جو ملک میں چل پھر نہیں سکتے۔ نادان لوگ ان کی بے سوالی کی وجہ سے انہیں مال دار خیال کرتے ہیں تو ان کے چہرے دیکھ کر قیافہ سے انہیں پہچان لے گا وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال نہیں کرتے تو جو کچھ مال خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ اس کا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی محترم ﷺ کو ظاہر حال، امارات وعلامت کے ذریعے روزی تلاش

کرنے والے فقراء کو پہچاننے کی معرفت عطا فرمائی ہے۔ایک صحیح حدیث میں ہے کہ صرف وہ مسکین نہیں جو دربدر جاتے ہیں۔ کہیں سے ایک دو کھجوریں کہیں سے دوایک لقمہ مل گئے بلکہ وہ بھی مسکین ہے جس کے پاس اتنا نہیں جس سے وہ بے پرواہ ہو جائے اوراس نے اپنی حالت بھی ایسی نہیں بنائی جس سے ہر شخص اس کی ضرورت کا احساس کرے اور کچھ احسان کر لے اور نہ وہ سوال کے عادی ہیں تو انہیں ان کی اس حالت سے جان لے گا جو صاحب بصیرت پر مخفی نہیں رہتی۔ان کی نشانیاں ان کے چہروں سے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ان کے لب ولہجہ سے ان کی پہچان ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ کسی پر بوجھ نہیں ہیں۔کسی سے ڈھٹائی کے ساتھ سوال نہیں کرتے نہ اپنے پاس ہوتے ہوئے کسی سے کچھ طلب کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ایک دو کھجوریں یا ایک دو لقمے لے کر چلے جانے والے ہی مسکین نہیں بلکہ حقیقتاً مسکین وہ ہیں جو حاجت کے باوجود خود داری برتیں اور سوال سے بچیں(۱۸)

اللہ تعالی نے کائنات ارض وسماء کے عروج وزوال سے فراست کی بناء پر عبرت حاصل کرنے والی قوموں کی تباہی کے علل واسباب حکمت کے ساتھ تجزیہ کرنے' چہرے کی کیفیات اور حرکات وسکنات کے ذریعے مسلمان اور منافق میں تمیز کرنے 'اہل حاجت کی ان کی وضع قطع سے پہچان فراست کے ذریعے کرنے کے ساتھ ساتھ مومنوں کی پہچان کی صفات بیان فرمائیں ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے :

"سیماھم فی وجوھھم من اثرالسجود"(۱۹)

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں۔آپس میں رحمدل ہیں تو انہیں دیکھئے گا کہ رکوع اور سجدے کر رہے ہیں۔اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں۔ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے۔ان کی یہی صفت تورات میں ہے"

اللہ تعالی نے چہروں پر سجدوں کے اثر کو ایمان کی نشانی بتلایا ہے۔ مومن کی یہی شان ہونی چاہیے کہ وہ مومنوں سے خوش خلق اور متواضع رہے ۔کفار پر سختی کرنیوالا اور کفر سے ناخوش رہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا"آپس کی محبت اور نرم دلی میں مومنوں کی مثال ایک جسم کی

مانند ہے اگر کسی ایک عضو میں درد ہو تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے۔ کبھی بخار چڑھ آتا ہے' کبھی نیند اچاٹ ہو جاتی ہے"۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں "چہروں پر سجدوں کے اثر سے علامت ہونے سے مراد اچھے اخلاق ہیں"

مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد خشوع اور تواضع ہے۔ حضرت منصورؒ' حضرت مجاہدؒ سے کہتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ اس سے مراد نماز کا نشان ہے جو ماتھے پر پڑ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو ان کی پیشانیوں پر بھی ہوتا ہے جن کے دل فرعون سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں۔

دل کا آئینہ چہرہ ہے جو دل میں ہوتا ہے۔ اس کا اثر چہرے پر بھی ہوتا ہے جب مومن اپنے دل کو درست کر لیتا ہے اپنا باطن سنوار لیتا ہے تو اللہ تعالی اس کے ظاہر کو بھی لوگوں کی نگاہوں میں سنوار دیتا ہے کہ نیک طریقہ "اچھا خلق اور میانہ روی نبوۃ کے پچیسویں حصہ میں سے ایک حصہ ہے صحابہ کرامؓ کی نیتیں خالص تھیں۔ اعمال اچھے تھے پس جس کی نگاہ ان کے چہروں پر پڑتی تھی اسے ان کی پاکبازی جچ جاتی تھی۔ ان کے چال چلن اور ان اخلاق اور ان کے طریقہ کار پر خوش ہوتا تھا۔

حضرت امام مالکؒ کا فرمان ہے کہ جن صحابہؓ نے ملک شام فتح کیا وہاں کے نصرانی جب ان صحابہؓ کے چہرے دیکھتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے! خدا کی قسم یہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں سے بہت ہی بہتر و افضل ہیں۔ در حقیقت ان کا یہ قول سچا ہے۔ پہلی الہامی کتب میں اس امت کی فضیلت و عظمت موجود ہے اور اس امت کی صف اول رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرامؓ ہیں۔ خود ان کا ذکر پہلی الہامی کتب اور پہلے واقعات میں موجود ہے۔ پس فرمایا یہی مثال ان کی تورات میں ہے۔(۲۰)

فراست در حقیقت قاضی کی ذاتی صلاحیت ہوتی ہے جس کے سبب وہ امور کی حقیقت کی جانچ پرکھ اور معاملات کی تہہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ قاضی اس خاص فہم کے ذریعے واقعات اور تصرفات کا جو اس کے سامنے پیش ہوتے ہیں نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ فراست کے اس درجے تک وہی قاضی پہنچتا ہے جو حاضر دماغ' متقی و پرہیزگار' وسعت نظر اور عقل سلیم رکھتا ہو نشانیوں اور واقعات کے شواہد کو جاننے والا اور قرائن میں بصیرت کے ذریعے فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والا ہو۔

جب قاضی کے سامنے کوئی دعویٰ پیش ہو' قرائن احوال اس کے کذب کی گواہی دیتے

ہوں یہ قطعی ثابت ہوں تو دعویٰ کی سماعت نہیں کی جائے گی بلکہ یہ مدعی کی طرف سے لوٹادیا جائے گا اس لئے کہ اس میں دھوکا' فریب' کینہ اور جھوٹ ظاہر ہو گیا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کا کہنا ہے: ایسا مقدمہ لوٹادیا جائے گا اور جھوٹا مقدمہ کرنے والے کو سزادی جائے گی تاکہ دوسروں کیلئے نصیحت ہو۔

امام ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ جب حاکم امارات' دلائل حال سے معرفت حق تک رسائی حاصل کرنے والا نہ ہو تو وہ بہت سے حقوق ضائع کر دیتا ہے۔ ایسے ماہر حکام اور قاضیوں کی کمی نہیں جو فراست وامارات کی بناء پر حقوق کا استخراج کرتے ہیں۔ پس سچائی ظاہر ہو جاتی تو اس کے خلاف متضاد شہادت اور اقرار کو قرائن پر مقدم نہیں ٹھہراتے۔

فراست کے ذریعے امارات اور شواہد سے استدلال کیا جاتا ہے۔ فراست وسعت نظر' پاکیزگی' فکر اور نتیجہ اخذ کرنے کی مہارت پر مبنی ہوتی ہے جو قرائن قضائیہ پر شرعی اعتبار کی سچی دلیل ہے۔ فراست کے ذریعے معاملات قضائیہ میں حکم و عمل عدل آسان ہو جاتا ہے۔ فراست کے ذریعے معاملات و مقدمات کے فیصلے کرنے کی راہ بہت سے قاضیوں نے اپنائی ہے۔ انہوں نے قضاء میں فراست کے ذریعے مشکل ترین درست نتائج تک رہنمائی حاصل کی ہے۔

تاریخ اسلام میں بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ مسلمان حکمرانوں اور قضاۃ نے فراست کی مدد سے مشکل ترین معاملات و مقدمات کا فیصلہ مبنی بر عدل کیا اور عوام کو انصاف فراہم کیا۔ موجودہ دور میں بھی جج اور مجسٹریٹ حضرات مقرر کرتے وقت ان کی تعلیمی قابلیت کے ساتھ ساتھ معاملہ فہمی کو بھی اہمیت دی جانی چاہیے۔

امام ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی ""الموافقات فی الشریعۃ الاسلامیہ"" میں بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے سلمانؓ اور ابوالدرداءؓ کو بھائی بھائی بنایا۔ ایک دفعہ سلمانؓ ابوالدرداء کے ہاں ملنے گئے تو ام درداء کو دیکھا جو ابوالدرداء کی بناؤ سنگھار سے عاری بیوی تھی۔ حضرت سلمانؓ نے ان سے پوچھا کس حال میں ہو کہنے لگی تمہارے بھائی ابوالدرداء کو دنیا سے حاجت نہیں۔ پھر ابوالدرداء آئے اور سلمان کیلئے کھانا تیار کیا اور کہنے لگے۔ آپ کھایئے میں تو روزے سے ہوں۔ سلمان کہنے لگے میں تو اس وقت تک کھانا نہ کھاؤں گا جب تک تم نہ کھاؤ گے تو ابوالدرداء نے کھانا کھالیا۔ جب رات ہوئی تو ابوالدرداء نماز کیلئے کھڑے ہونے لگے اور سلمانؓ سے کہا تم سو جاؤ۔ چنانچہ وہ سو گئے۔ جب آخر رات ہو گئی تو حضرت ابوالدرداء نے حضرت سلمان

سے کہا اب اٹھو تاکہ ہم نماز ادا کریں۔ حضرت سلمانؓ نے حضرت ابوالدرداء سے کہا بلاشبہ تیرے پروردگار کا تجھ پر حق ہے مگر تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے تو ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو۔ پھر حضرت الدرداء رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور یہ واقعہ ذکر کیا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سلمانؓ نے سچ کہا۔ (۲۱)

حضرت سلمانؓ نے گفتگو کے قرائن کے ذریعے حالات تک رسائی حاصل کی اور نہایت بلیغ انداز میں حضرت ابوالدرداءؓ کی راہنمائی کی۔

تصرف و قبضہ : تصرف سے مراد ہے جب کوئی شخص کسی غیر منقولہ جائیداد پر قابض ہو۔ اس غیر منقولہ جائیداد میں تصرف کرنا اور نفع حاصل کرنا روائتی طور پر اس شخص سے ثابت ہو۔ پس قبضہ اس کی ملکیت پر قوی قرینہ ہے۔ قاضی ظاہری قبضے پر اعتماد کرتا ہے اور اس کے مطابق حکم دے گا جب ان میں تعارض نہ پایا جائے جو ان میں زیادہ قوی ہے۔

باطل قبضہ : یہ ایسا قبضہ ہے جس کی مخالفت پر قرائن ظاہرہ دلالت کرتے ہیں۔ سرقہ کا متہم جس کے پاس کثیر مال ہو اور وہ اس مال کی ملکیت کا دعوی کرتا ہو حالانکہ وہ تنگ دستی میں مصروف ہو۔ پس اس کے قبضے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اس کی مثال موجرہ نقدی پر مستاجر کا قبضہ ہے۔ تحفہ دینے والے کی تحفہ پر اسی طرح غلام یا مزدور یا نوکر کا ہیرے جواہرات اور ایسی قیمتی اشیاء پر پس قضاء میں اس قبضے کو وسیلہ تسلیم نہیں کیا جائے گا اور اس طرح کا قبضہ قابض کی ملکیت کی دلیل نہیں ہے۔

مستحکم یا جائز قبضہ : اس سے مراد غیر منقولہ جائیداد پر قبضہ اور لمبی مدت تک روایتی قبضہ ہے۔ پس اگر ایک شخص کے قبضہ میں ایک مکان ہے کئی سالوں سے وہ اس میں تصرفات کرتا چلا آرہا ہے اس کی عمارت کو ڈھا رہا ہے تعمیر کر رہا ہے کرائے پر دے رہا ہے مرمت کروا رہا ہے اس مکان کی ملکیت اس کی طرف منسوب ہے۔ طویل مدت تک اس کے ان افعال کو ایک شخص دیکھ رہا ہے اور اس نے اس مکان والے سے کوئی تعارض نہیں کیا اور نہ اس مکان کے حق دار ہونے کا کوئی ذکر کیا ہے۔ اس شخص کی سلطان یا کسی اور سے قرابت داری اور شراکت داری بھی نہیں ہے کہ جو مطالبہ کیلئے مانع ہو۔ اس طویل مدت کے بعد وہ دیکھنے والا مدعی بن جاتا ہے۔ یہ اس کا دعوی ہے اور وہ اس پر بینہ بھی قائم کرنا چاہتا ہے۔ پس حقیقت میں اس کا دعویٰ ناقابل سماعت ہے۔ اس لئے کہ قرائن اس

کے کذب پر علامت ہیں۔ پہلے کے قبضے کا اعتبار کیا جائے گا جو اس کی ملکیت پر دلیل ہے اور قاضی اس کے مطابق حکم کرے گا۔ مالکیہ کے نزدیک مدت دس سال ہے۔ شافعیہ کے نزدیک عرف کے مطابق جبکہ حنفی فقہاء کرام پندرہ سال کی مدت تک قبضے کو اس کی ملکیت پر قرینہ قرار دیتے ہیں۔ جب مدرسہ ختم ہو گیا ہو تو کیا کتاب کوئی بھی لے سکتا ہے یا نہیں۔ مدرسہ ختم ہونا کتاب کے وقف نہ ہونے پر قرینہ ہے اور مدرسے کا قائم ہونا کتاب کے وقف ہونے پر قرینہ ہے۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ میں بیان کیا گیا ہے:

کوئی تبرع بغیر قبضہ کے مکمل نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر کسی شخص نے کوئی چیز ھبہ کردی تو جب تک اس دوسرے شخص کا قبضہ نہ ہو ھبہ مکمل نہیں ہوگا۔ (۲۲)

تصرف و قبضہ میں قرائن کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ التشریع الجنائی الاسلامی میں ہے لقطہ صحیح وصف بیان کرنے والے کو دیا جائے گا۔ اسی طرح ودیعت اور مسروقہ سامان جب ان کا مالک معلوم نہ ہو اوصاف بیان کرنے والے کو سامان دیا جائے گا۔ (۲۳)

امام برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی الھدایہ کتاب دعویٰ میں بیان کرتے ہیں:

اگر دو شخص ایک چوپایہ کے بارے میں خصومت کریں اور دونوں کے گواہ نہ ہوں لیکن ان میں سے ایک شخص چوپائے پر سوار ہے اور دوسرا باگ پکڑے ہوئے ہے تو ملکیت کے لحاظ سے سوار کو ترجیح ہوگی کیونکہ اس کا تصرف زیادہ ظاہر ہے۔ اس لئے کہ عموماً سواری ملکیت کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔ اسی طرح جب ایک شخص کاٹھی پر سوار ہے اور دوسرا اس کے پیچھے بیٹھا ہے تو کاٹھی پر بیٹھنے والے کو فوقیت ہوگی۔ بخلاف اس صورت کے جبکہ دونوں کاٹھی پر بیٹھے ہوں تو چوپایہ دونوں کے درمیان مشترک ہوگا کیونکہ تصرف کے لحاظ سے دونوں برابر ہیں۔ اسی طرح ایک اونٹ کے بارے میں دو اشخاص میں خصومت پیدا ہو جائے حالانکہ ایک شخص کا بوجھ اونٹ پر لدا ہوا ہے اور دوسرے شخص کا کوزہ ساتھ لٹکا ہوا ہے تو صاحب سامان کو ملکیت میں فوقیت ہوگی کیونکہ متصرف در حقیقت وہی ہے۔

اسی طرح اگر ایک چادر کے بارے میں دو اشخاص خصومت کریں جبکہ ایک اس بچھی ہوئی چادر پر بیٹھا ہے اور دوسرا اسے پکڑے ہوئے ہے تو وہ چادر دونوں کے درمیان مشترک ہوگی۔ یہ اشتراک بطریق قضاء نہیں ہوگا بلکہ وہ چادر دونوں کے قبضہ میں ہی رہے گی کیونکہ اس چادر پر بیٹھنا ملکیت کی دلیل نہیں جیسا کہ اسے پکڑنا ملکیت کی دلیل نہیں۔ پس دونوں برابر ہوں

گے اور وہ چادر بچھائی جاتی ہے۔

اگر کوئی کپڑا کسی شخص کے ہاتھ میں ہو اور اس کا ایک کنارا دوسرے شخص کے ہاتھ میں ہو تو وہ دونوں کے درمیان نصف نصف ہوگا۔ اس لئے کہ جس کے ہاتھ میں زیادہ حصہ ہے وہ بھی گرفت کی حجت ہے۔ جس طرح کہ اس کا ایک کنارہ ہاتھ میں ہونا قبضہ کی دلیل ہے۔ پس یہ زائد گرفت استحقاق کو ثابت کرنے والی نہ ہوگی۔ جیسے ایک شخص چار گواہ پیش کرے اور دوسرا دو تو کثرت تعداد کی بناء پر ترجیح نہ ہوگی بلکہ ترجیح کا سبب تو قوت دلیل ہے۔

اگر ایک بچہ ایک شخص کے قبضہ میں ہو اور بچہ ایسا ہے کہ تعبیر ذات پر قادر ہے۔ بچے نے دعویٰ کیا کہ میں آزاد ہوں تو اس کا قول قابل تسلیم ہوگا کیونکہ وہ بچہ اپنے قبضہ و تصرف میں ہے۔ انسانی احترام کے مدنظر ہر انسان اپنا مالک آپ ہوتا ہے۔ اگر بچہ کہے کہ میں فلاں شخص کا غلام ہوں تو وہ اس شخص کا غلام قرار دیا جائے گا۔ جس کے قبضہ میں ہے کیونکہ ایسے بچہ کو اپنی ذات پر قبضہ نہیں ہوتا جبکہ وہ اپنا حال بتانے سے قاصر ہے تو ایسا بچہ سامان کی طرح ہوگا بخلاف اس صورت کے جبکہ وہ تعبیر ذات پر قادر ہو اگر وہ ناسمجھ بچہ بڑا ہو جائے اور حریت کا دعویٰ کرے تو اس کا قول قابل قبول نہ ہوگا کیونکہ بچپن میں اس پر غلامی طاری ہو چکی ہے۔

اگر کوئی دیوار ایسی ہو جس پر کسی شخص کی کڑیاں رکھی ہیں یا وہ دیوار اس کی عمارت سے متصل ہے اور دوسرے شخص نے اس دیوار پر تختے رکھ دیئے ہیں تو یہ دیوار اس شخص کی ہوگی جس کے شہتیر اس پر رکھے ہیں یا جس کی عمارت سے متصل ہے اور تختے رکھنے کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ کڑیاں رکھنے والا شخص صاحب استعمال و تصرف ہے اور تختے رکھنے والا شخص محض ایک تعلق رکھنے والا ہے تو اس کی حیثیت ایک چوپایہ کی سی ہوگی جس کے بارے میں دو شخص خصومت کریں جبکہ ایک کا اس پر بوجھ لدا ہو اور دوسرے کا پانی کا برتن ساتھ لٹک رہا ہو تو چوپایہ سامان والے کا ہوگا اور دوسرا تو صرف تعلق رکھنے والا ہوگا۔ (۲۴)

اتصال سے مراد یہ ہے کہ اس شخص کی دیوار کی اینٹیں متنازعہ فیہ دیوار میں چنی ہوئی ہوں اور متنازعہ دیوار کی اینٹیں اس کی مملوکہ دیوار میں چنی ہوئی ہوں یعنی دونوں دیواروں میں کچھ اینٹوں کا ایک دوسری دیوار میں تداخل ہو اسی کو اتصال تربیع کا نام بھی دیا جاتا ہے اور یہ اتصال مالک کا ظاہری طور پر شاید اور مؤید ہے کیونکہ اس کی عمارت کا کچھ حصہ اس دیوار پر واقع ہے۔ امام قدوری کا یہ کہنا کہ تختوں کا دیوار پر ہونا کوئی نہیں اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ تختوں کے ہونے

کا اعتبار بالکل نہیں کیا جائے گا اور بوریوں کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر ایک شخص نے سائے کیلئے دیوار کے ساتھ بوریئے لٹکائے ہوئے ہوں تو ان کا بھی ملکیت کے سلسلے میں کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ دیوار بوریوں یا تختوں کیلئے قطعاً نہیں بنائی جاتی حتی کہ اگر دو اشخاص نے ایک دیوار کے بارے میں خصومت کی جبکہ ایک شخص کے تختے اس دیوار میں تین تین شہتیر ہیں تو وہ دیوار دونوں میں مشترک ہوگی کیونکہ دونوں کا تصرف برابر ہے اور تین کڑیوں سے زیادہ کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اگر دونوں مین سے ایک کی کڑیاں تین سے کم ہوں اور دوسرے کی تین ہوں تو یہ دیوار تین کڑیوں والے کی ہوگی اور دوسرے مدعی کیلئے صرف اس کی کڑی کی جگہ ہوگی جیساکہ مبسوط کی کتاب الاقرار کی روایت میں مذکور ہے۔

متنازعہ فیہ دیوار میں سے ہر ایک مدعی کیلئے اتنا ہی حصہ ہوگا جتنا کہ اس کی کڑی کے نیچے ہے۔ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک کڑی سے دوسری کڑی تک درمیانی جگہ دونوں میں مشترک ہوگی۔ یہ بھی بیان کیا گیا کہ ہر ایک کو اس کی کڑیوں کے مطابق حصہ دیا جائے گا۔ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ دیوار دونوں میں نصف نصف مشترک ہو کیونکہ نفس حجت میں کثرت تعداد کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ دوسری روایت کی وجہ یہ ہے کہ ہر شخص کا دیوار کا استعمال میں لانا اس کی کڑیوں کے بقدر ہے۔ لہٰذا جو مقدار کڑیوں کے نیچے ہے اسی کا حقدار ہوگا۔

اگر ایک مکان میں گیارہ کمرے ہوں جن میں سے ایک شخص کے پاس دس کمرے ہوں اور دوسرے کے پاس صرف ایک کمرہ ہو تو صحن ان کے درمیان برابر مشترک ہوگا کیونکہ صحن ان دونوں کے گزارنے اور آمدورفت کے استعمال کے لحاظ سے برابر ہے۔ اگر دو اشخاص نے کسی زمین پر دعوئ کیا یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک دعوی کرتا ہے کہ وہ اس کے قبضے میں ہے تو اس وقت تک کسی کے قبضے میں ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ دونوں شہادت سے یہ ثابت نہ کردیں کہ وہ زمین ان کے قبضہ میں ہے۔ کیونکہ زمین پر قبضہ کا مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ زمین کو عدالت میں حاضر نہیں کیا جا سکتا اور جو چیز قاضی کے علم سے غائب ہو اس کو بینہ سے ہی ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اگر ان میں سے ایک شخص بینہ قائم کرلے تو زمین کو اسی کے قبضے میں رہنے دیا جائے گا۔ قیام حجت کی بناء پر کیونکہ قبضہ بھی زمین کے سلسلے میں حق مقصود ہے اگر دونوں بینہ قائم کردیں تو اسے دونوں کے قبضے میں رہنے دیا جائے گا۔ پس حجت کے بغیر دونوں میں سے کسی کیلئے مالکانہ حقوق ثابت نہیں کئے جائیں گے اگر ان دونوں میں سے کسی ایک

نے اس زمین میں اینٹیں بنائیں یا کوئی عمارت بنائی یا کنواں کھودا تو وہ اسی کے قبضے میں رہنے دیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس شخص کا اس میں تصرف اور استعمال پایا جا رہا ہے اور تصرف قبضہ کی دلیل ہے (۲۵)

کرائے دار کو مہمانوں اور ساتھیوں کے داخلے کی اجازت ہے۔ ان کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت اور گھر میں رات گزارنے کی اجازت ہے چاہے معاہدہ کرایہ نامہ میں اس کا ذکر نہ ہو۔ اذان کی اجازت قرینہ پر اعتماد کرتے ہوئے ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح معاہدے کے وقت فریقین کا واضح طور پر لکھنے کے بغیر بہت سارے معاہدات کے احکام میں عرف وعادت کی بناء پر قرائن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو چیز عرف یعنی رسم ورواج میں معروف ہو وہ ایسی ہوتی ہے جیسے کسی شرط کی بناء پر کوئی مشروط چیز ہوتی ہے۔

علامہ ابو بکر علاؤالدین الکاسانیؒ 'بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں لکھتے ہیں :

اگر دو شخصوں نے ایک لباس کے بارے میں دعویٰ کیا۔ ایک اس کو پہنے ہوئے ہے اور دوسرا اس کے دامن کو تھامے ہوئے ہے تو پہننے والا استعمال کرنے والا ہونے کے باعث اولیٰ ہوگا۔

دو آدمیوں نے ایک چٹائی کا دعویٰ کیا ان میں سے ایک اس پر بیٹھا ہوا ہو اور دوسرا اس کو پکڑے ہوئے تو چٹائی دونوں کی ہوگی اور بیٹھنے والا اس پر بیٹھنے کی وجہ سے یا سونے کی وجہ سے اولیٰ نہیں ہوگا کیونکہ چٹائی پر قبضہ میں دونوں برابر ہیں۔

دو آمیوں نے ایک مکان کا دعویٰ کیا اور ان میں سے ایک کی اس میں رہائش ہے تو مکان رہائش والے کا ہوگا۔ اسی طرح اگر ان میں سے ایک نے اس میں کچھ تعمیر کی یا کھدائی کروائی تو مکان تعمیر کرانے اور کھدائی کروانے والے کا ہوگا کیونکہ مکان میں رہائش اور اس میں تعمیر یا کھدائی کروانا مکان میں تصرف کرنا ہے۔ لہذا مکان اس کے قبضے میں ہوگا۔ اور اگر ایسے ہی کوئی بات نہ ہو فقط اتنا ہو کہ ایک مکان کے اندر ہو اور دوسرا مکان سے باہر ہو تو مکان دونوں کا ہوگا۔ ایسے ہی اس وقت ہوگا جب دونوں مکان کے اندر ہوں کیونکہ عقار (غیر منقولہ جائیداد) میں ہونے سے اس پر قبضہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ محض تصرف سے ثابت ہوتا ہے۔

کسی شخص کے مکان میں کوئی درزی کپڑا سی رہا ہو اور کپڑے کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو قول مالک مکان کا ہوگا کیونکہ اگرچہ صورت کے اعتبار سے کپڑا درزی کے قبضے میں ہے لیکن معنی کے اعتبار سے وہ مالک مکان کے قبضے میں ہے کیونکہ درزی اور اس کا مقبوض (یعنی کپڑا)

مالک کے مکان میں ہے اور مکان مالک کے قبضے میں ہے۔ پس جو کچھ مکان کے اندر ہو گا وہ بھی مالک کے قبضے میں ہو گا۔

ایک شخص دوسرے شخص کے گھر سے کندھے پر سامان رکھ کر نکلا تو اگر وہ سامان اٹھانے والا شخص اس سامان کو اٹھانے اور بیچنے میں معروف ہے تو وہ سامان اس کا ہو گا کیونکہ ظاہر حال اس کیلئے شاہد ہے۔ اور اگر وہ اس کے ساتھ مشہور و معروف نہ ہو تو سامان مالک مکان کا ہو گا کیونکہ (اس وقت ظاہر حال اس کیلئے شاہد ہے۔ بزاز (کپڑے والے) کے گھر میں مزدور کے سر پر کپڑے ہوں پھر دونوں میں اختلاف ہو تو اگر چہ بقچہ (کپڑے رکھنے کی گٹھڑی) ایسا ہو کہ جس میں سامان اٹھایا جا سکتا ہو تو قول سامان اٹھانے والے کا ہو گا کیونکہ ظاہر حال اس کا شاہد ہے اور اگر اس میں سامان نہ اٹھایا جا سکتا ہو تو قول مالک کا ہو گا کیونکہ اب ظاہر حال اس کے لئے شاہد ہے۔ (۲۶)

تصرف و قبضہ میں قرائن کی اہمیت و حجت مسلمہ ہے۔ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ میں جو کوششیں ہو رہی ہیں ان میں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ نظام عدل میں جدید تقاضوں کے مطابق اصلاحات کی جائیں۔ جج اور وکیل حضرات کیلئے ریفریشر کورس منعقد کروائے جائیں جن میں شریعت اسلامیہ کے تناظر میں قانونی نکات کی تشریح و تعبیر کرتے ہوئے ایسے پہلوؤں کے بارے میں آگاہی فراہم کی جائے جن کو اب تک نظر انداز کیا جا تا رہا ہے نظام عدل کی خامیوں کو دور کیا جا سکے قیافہ 'فراست 'تصرف و قبضہ کے ساتھ ساتھ انسانی زندگی سے متعلقہ تمام قانونی پہلوؤں اور نکات میں قرائن کے تشریعی و تعبیری کردار کی اہمیت اجاگر ہو سکے۔ تاکہ نظام شہادت میں گواہی کی ادائیگی میں موجود ہر طرح کے سقم کو ختم کیا جا سکے۔ اسی طرح ہم اسلامی نظامِ حکومت میں مثبت پیش رفت کر سکتے ہیں۔

مصادر و حواشی

۱۔ تاج العروس، ج ٦، ص ۲۲۹

۲۔ المنجد، ص ۸۵۴

۳۔ لسان العرب، ج ۹، ص ۲۹۳

۱/۳۔ الصحاح، ج ۴، ص ۱۴۱۹

۴۔ النھایۃ فی الغریب الاثر، ج ۴، ص ۱۲۱

۵۔ التعریفات، ص ۱۱۴

٦۔ صحیح بخاری، ج ۳، ص ٦۴۷

۱/٦۔ سنن ابو داؤد، ج ۲، ص ۲۰۴

۷۔ مغنی المحتارج، ج ۴، ص ۴۸۸

۸۔ السرقۃ الموجبۃ للقطع فی الفقہ الاسلامی، ص ۲۵۳

۹۔ الموسوعۃ الفقھیہ، ج ۱، ص ۲۴۷

۱۰۔ بدخشانی، مرزا مقبول بیگ، اردو لغت، اردو سائنس بورڈ، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۲۷۹

۱۱۔ المنجد، ص ۸۳۷

۱۲۔ فرہنگ آصفیہ، ج ۳، ص ۳۲۸

۱/۱۲۔ معین الحکام، ص ۱۹۸

۲/۱۲۔ القضاء والاثبات فی الفقہ الاسلامی، ص ۴۳۰

۳/۱۲۔ الموسوعۃ الفقھیہ، ج ۱، ص ۲۴۷

۱۳۔ القرآن الکریم ۱۵: ۷۵

۱۴۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۳، ص ۱۴

۱۵۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۰، ص ۴۳

۱٦۔ القرآن الکریم ۴۷: ۳۰

۱۷۔ القرآن الکریم ۲: ۲۷۳

۱۸۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۳٦۸

۱۹۔ القرآن الکریم ۴۸: ۲۹

۲۰۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۵، ص ۱۴۰

۲۱۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ، ج ۲، ص ۱۸۱

۲۲۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ، مادہ۔ ۵۷، ص ۲۲

۲۳۔ عودہ، عبدالقادر، التشریع الجنائی الاسلامی، مطبعۃ المدنی، ۱۳۸۴ھ، ج ۲، ص ۳۴۰

۲۴۔ ھدایہ، کتاب الدعویٰ، ص ۲۲۲

۲۵۔ ایضاً، ص ۲۲۶

۲۶۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۶، ص ۶۰۸